فہمیدہ کی آواز

The University Of Sheffield.

FORMAN CHRISTIAN COLLEGE (A CHARTERED UNIVERSITY)

تصنیف: خدیجہ بتول اور فخر النسا

اس کتاب کی نقش نگاری ماہ رخ حامد نے کی ہے

اس کتاب کی ڈیجیٹل ڈیزائننگ صوبیہ زیدی کی زیر نگرانی

ماہلہ حامد اور طلال خالد نے کی ہے

اس کتاب کی ایڈیٹر سعدیہ توصیف ہیں

دستبرداری: سوانحی خاکے پر مبنی اس کہانی میں بچوں کی دلچسپی کے لیے کچھ خیالی واقعات بھی شامل کیے گئے ہیں۔

کتاب ہذا ''ہندوستان اور پاکستان کی خواتین میں بذریعہ سوانحی خاکوں، تعلیم و خواندگی کے بقا اور انھیں عطائے اختیار بخشنے کی جہد'' کے عنوان سے شروع کیے گئے منصوبے کے تحت ۲۰۲۱ میں شائع کی گئی ہے۔ یہ منصوبہ پروفیسر شیبان لیمبرٹ ہرلی (یونیورسٹی آف شیفیلڈ، یوکے) نے شروع کیا، جسے ڈاکٹر رخسانہ ضیاء اور ڈاکٹر نخبہ تاج لنگاہ (فارمن کرسچن کالج، یونیورسٹی لاہور، پاکستان)، پروفیسر کلیر چیمبرز (یونیورسٹی آف یارک)، ڈاکٹر نفیسہ علی (یونیورسٹی آف مین چیسٹر، یوکے)، اور شاہین عتیق الرحمٰن (بنیاد فاؤنڈیشن، لاہور، پاکستان) کے تعاون سے مکمل کیا گیا۔ اس کتاب کو صوبیہ زیدی، حیدر شہباز اور مسرت شاہد کی سرپرستی میں فارمن کرسچن کالج یونیورسٹی کے طلبا نے تخلیق کیا، جس میں بنیاد فاؤنڈیشن کی صائمہ فیاض نے حمایت کی۔ اس منصوبے کو یونائیٹڈ کنگڈم میں گلوبل چیلنجز ریسرچ فنڈ کی جانب سے فنڈ مہیا کیا گیا۔

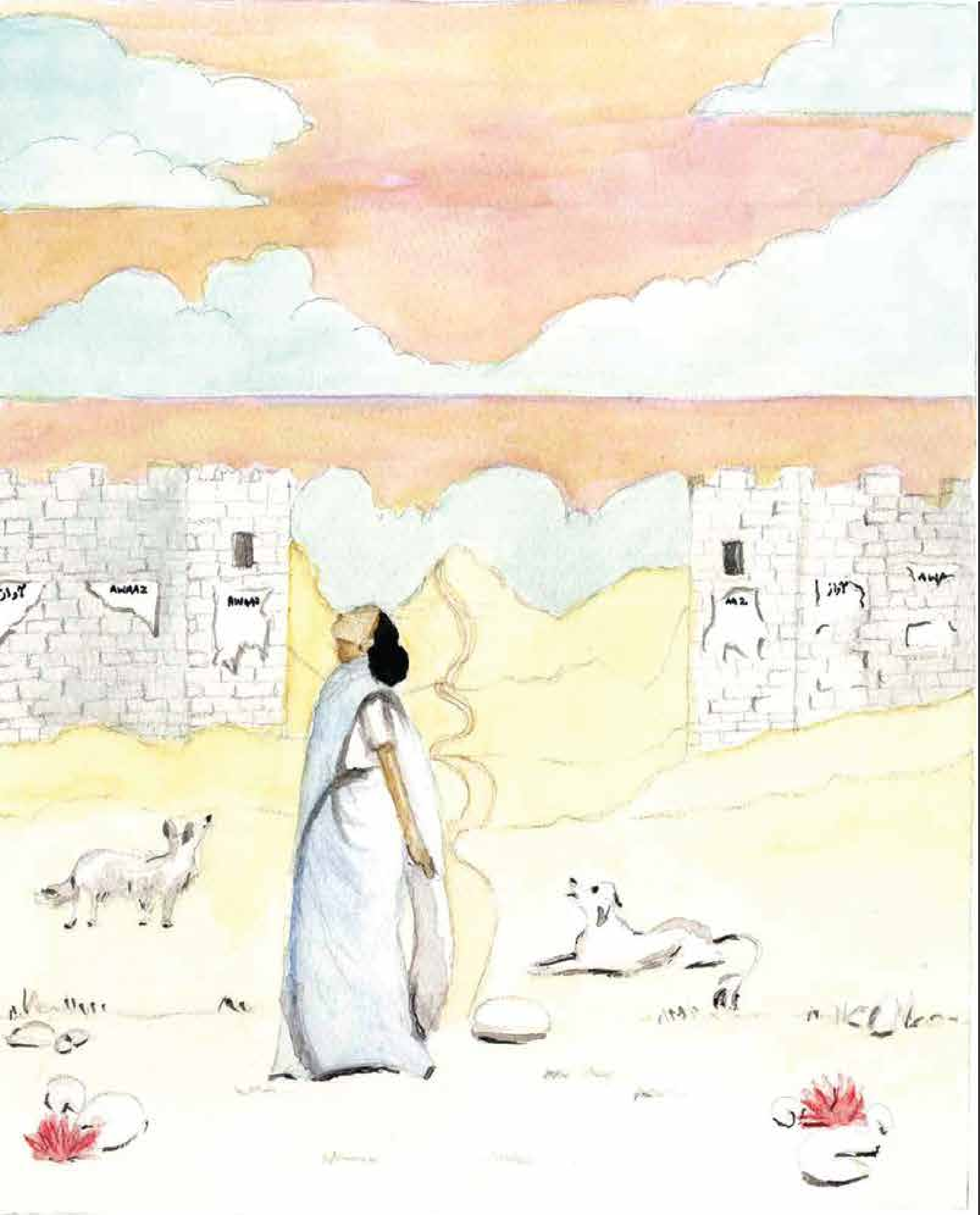

وہ اس سرزمین پر کھڑی تھی جو کسی کی نہیں تھی۔

ایک طرف گھر اور ایک طرف قید۔

وہ لڑکی فہمیدہ ریاض تھی اور یہ اس کی کہانی ہے۔

II

بچپن سے ہی فہمیدہ اپنے والدین کی بہت بڑی لائبریری کی شیلف پر چڑھ کر تمام بڑی، روشن، رنگین کتابوں تک پہنچ جاتی۔

فہمیدہ اتوار کی اس دوپہر کو یاد کر رہی تھی جب وہ اپنی اماں کے ساتھ لان میں بیٹھی سر پر تیل لگوا رہی تھی۔ اس نے کہا،

”اماں جان میں ایک کتاب لکھنا چاہتی ہوں لیکن مجھے

”سمجھ نہیں آ رہا کہ اُسے کیا نام دوں۔“

”سوچو کہ تم اُس میں کہنا کیا چاہتی ہو؟“

”میں سچ بولنا چاہتی ہوں۔“

”کس کا سچ ؟ ہر کسی کے سچ کا نظریہ مختلف ہوتا ہے۔“

”یہ تو نہیں معلوم میں صرف لوگوں کی زندگی کی حقیقت دکھانا چاہتی ہوں۔“

”آواز“ کیسا نام ہے؟“

”خدا جانتا ہے کہ تمھارا مقصد بڑا ہے۔ میری ننھی سی فہمیدہ اس کے علاوہ کیا نام ہو سکتا ہے؟“

”یہ تو بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔ میں اسے ”آواز“ نام دوں گی۔“

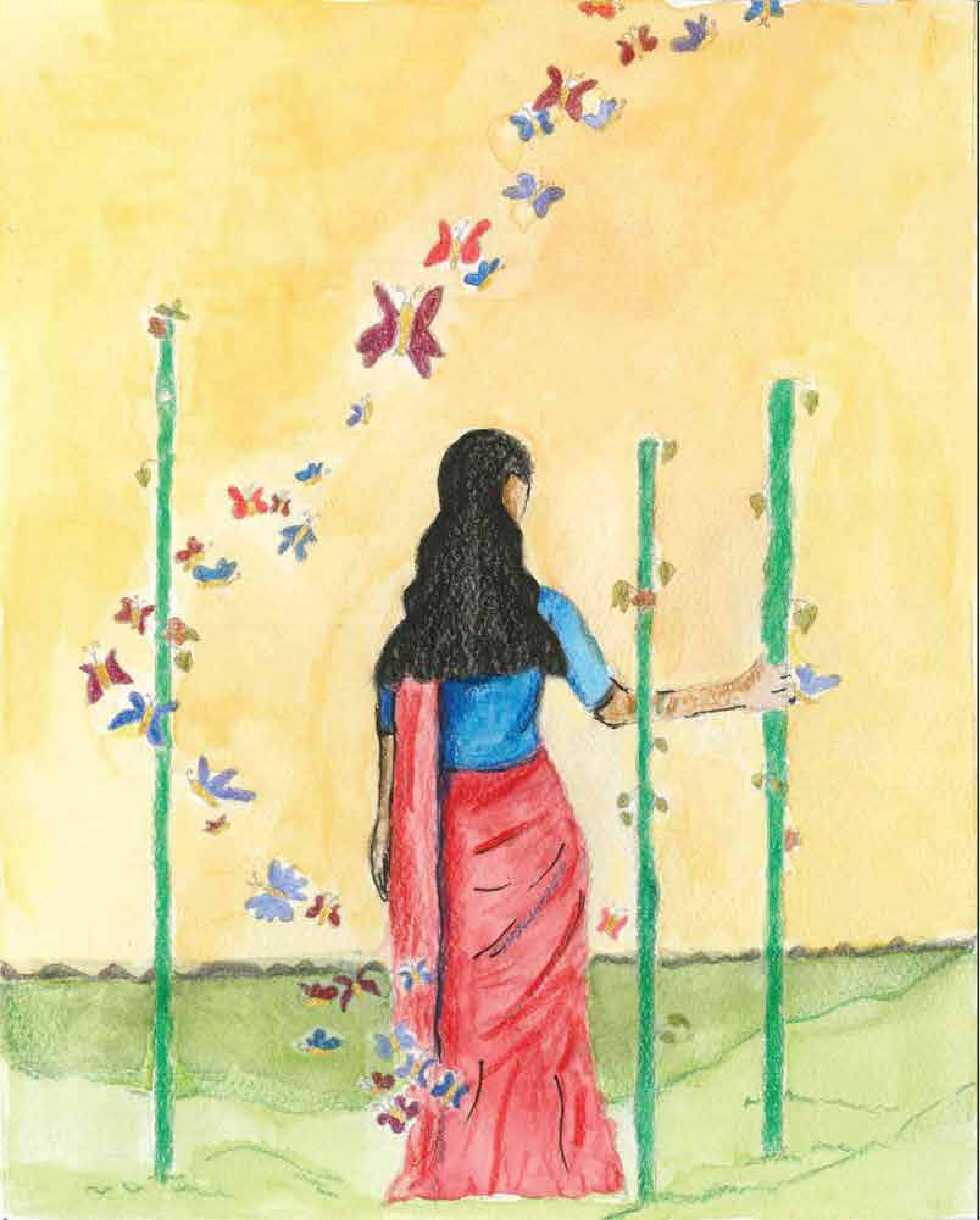

شاید اپنا یہ خواب پہلے اُسے ناممکن لگ رہا تھا۔

لیکن اب سالوں بعد وہ پُراعتماد تھی کہ وہ اپنا اخبار شروع کرے گی۔

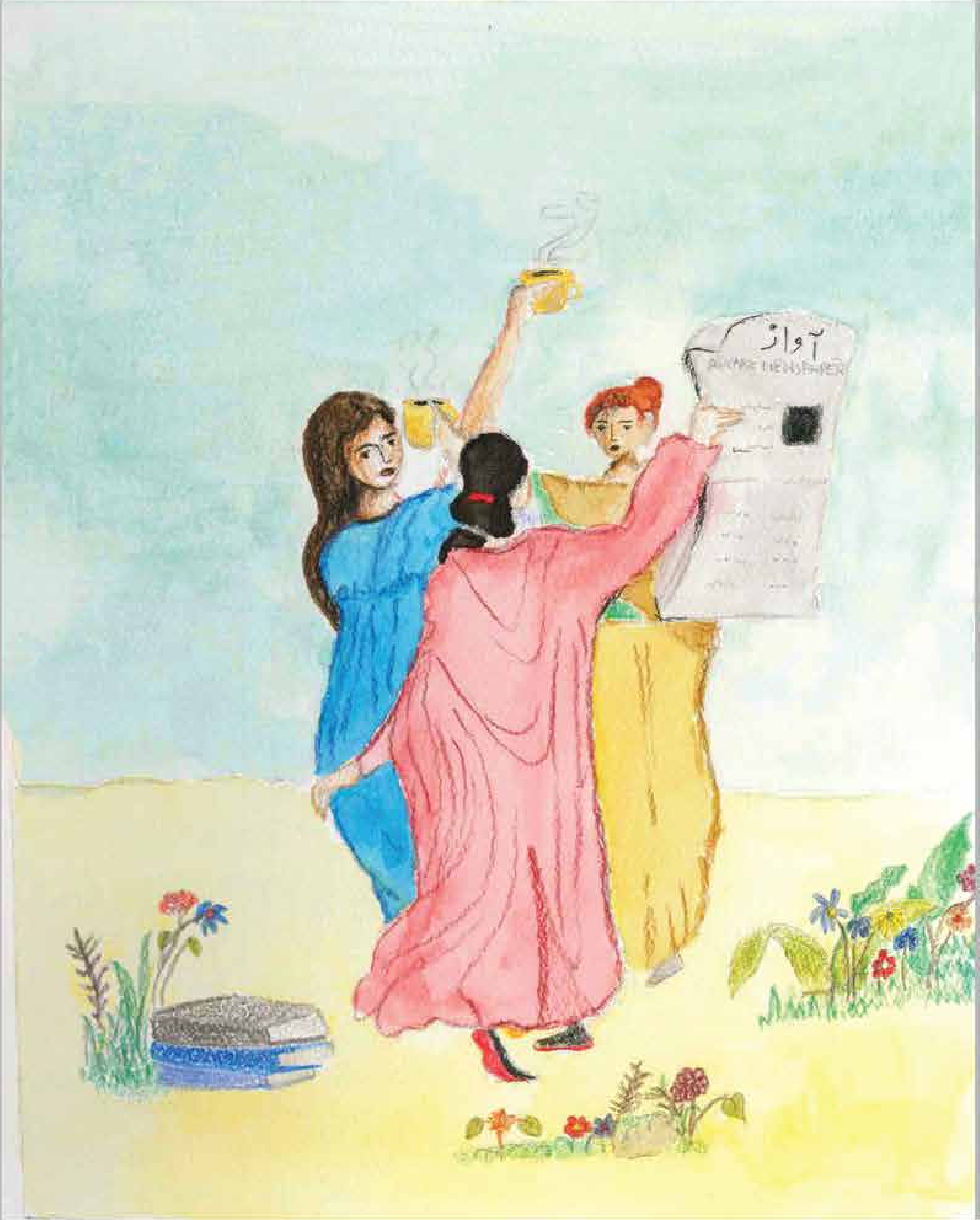

’’آواز‘‘ کا پہلا ایڈیشن اُس کے اندازے کے مطابق مشہور ہوا۔
فہمیدہ اوراس کے ساتھیوں نے بہت محنت کی تھی اوراب وہ اپنی کامیابی کا جشن منا رہے تھے۔

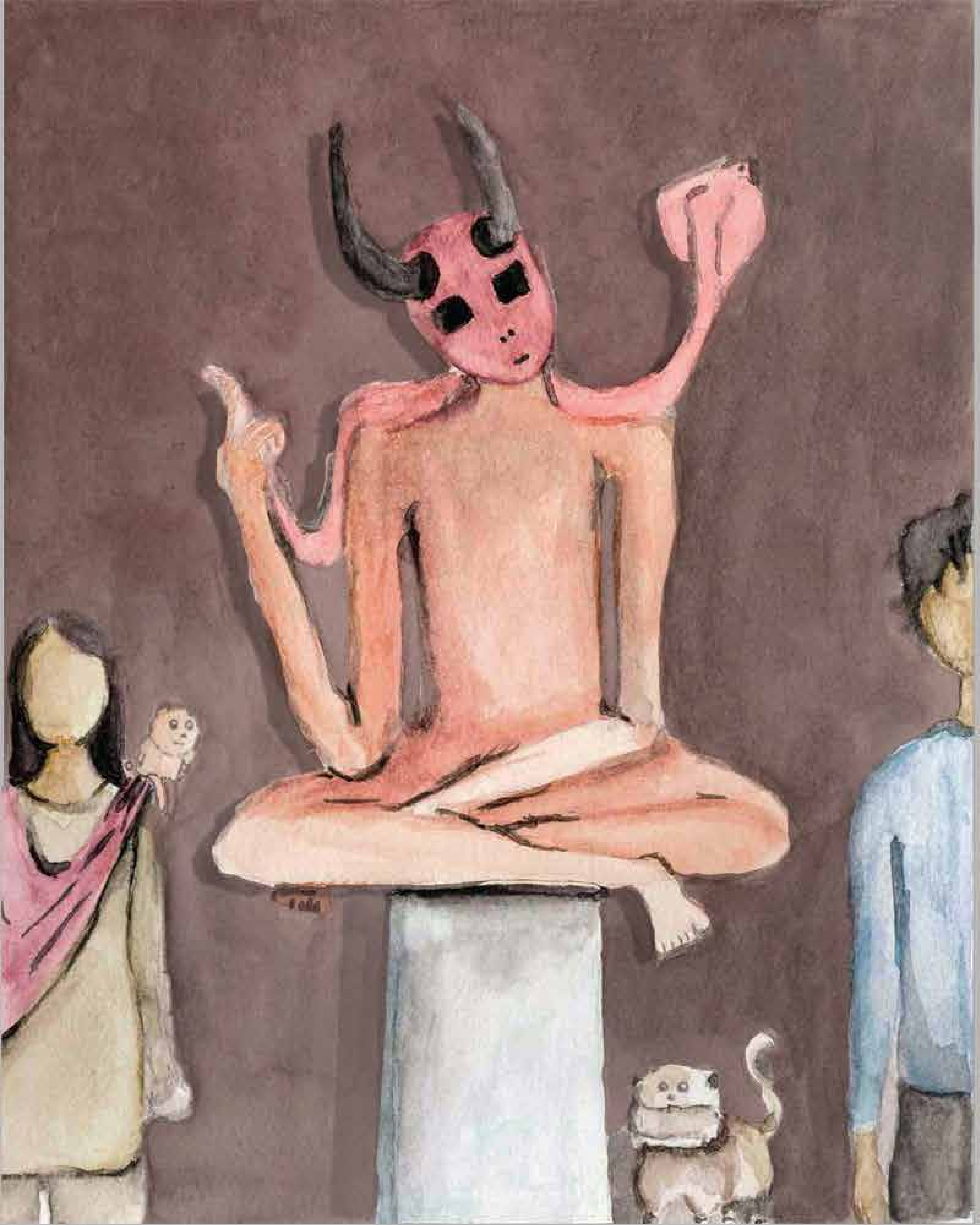

ایسے لوگ بھی تھے جن کو ''آواز'' کھٹک رہا تھا، جس نے
سوال اٹھایا تھا اور سچ بیان کرنے سے ڈرتا نہیں تھا۔

وہ فہمیدہ کو خاموش کرانا چاہتے تھے۔

اس کی باتیں سخت تھیں، اس کی آواز سچی تھی۔

یقیناً سچائی کی قیمت بھی ادا کرنی پڑتی ہے

VII

تو انھوں نے اسے خاموش رکھنے کے لیے ہندوستان بھیج دیا۔ فہمیدہ اپنے گھر لوٹنے کے لیے بے تاب تھی۔
وہ ہندوستان سے واقف تھی، ہندوستان نے بھی اسے خوشی سے پناہ دی لیکن وہ گھر تو نہیں تھا۔
اکثر بہادری کا مطلب پُرسکون انداز میں مزاحمت ہو سکتا ہے۔ لہٰذا فہمیدہ نے لکھ کر آواز اٹھائی۔

VIII

اقتدار میں رہنے والے لوگ ہمیشہ اقتدار میں نہیں رہتے۔

جب پرانے رہنما چلے گئے تو، انھیں جلدی ہی فراموش کر دیا گیا۔

لوگوں کو بس وہ یاد رہا جو انھیں واپس لانا تھا۔

ان کے مصنفین، ان کے فنکار، ان کی آزادی اور ان کی آوازیں۔

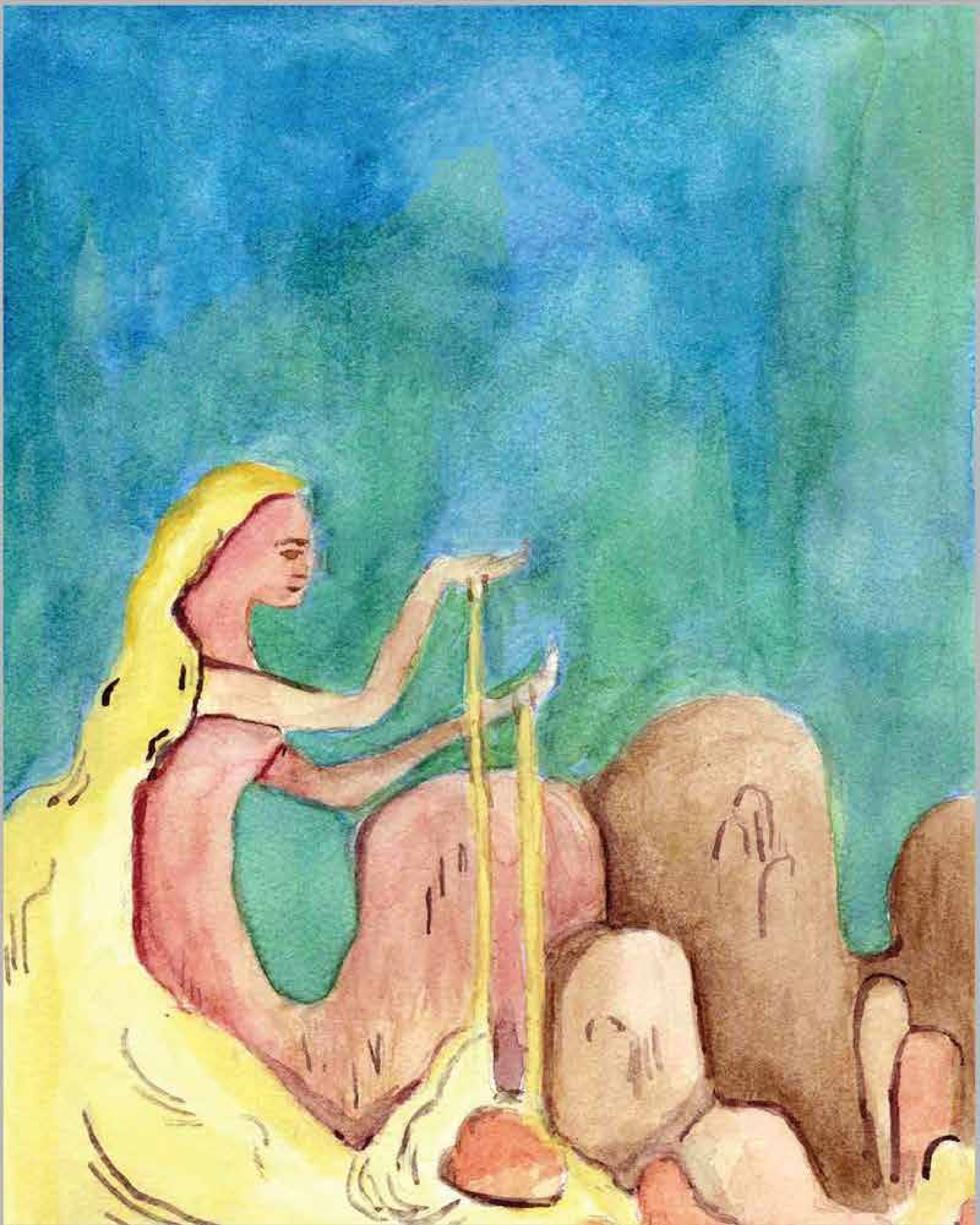

IX

طویل سات سال گزرنے کے بعد فہمیدہ کو ایک خط موصول ہوا۔

اس کے ہاتھ کانپنے لگے، آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ آخر کار پاکستان اسے واپس بُلا رہا تھا۔

دُور مغرب کی اذان کی آواز بھی یہی اشارہ کر رہی تھی کہ واپس جانے کا وقت آ گیا ہے۔

دروازے پر دستک سُن کر اماں جان نے اپنا اخبار ایک طرف رکھا۔

''اماں جان!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''فہمیدہ، میرا بچہ، یہ تم ہو؟''

اماں جان روتے ہوئے دروازہ کھولتی ہیں اور فہمیدہ کو گلے سے لگاتی ہیں۔

آخرکار وہ اپنے گھر پہنچ چکی ہے۔

آج ہم اسے فہمیدہ ریاض کے نام سے یاد کرتے ہیں۔
پرائیڈ آف پرفارمنس ایوارڈ کی شاندار فاتح اور وہ چھوٹی بچی جو بڑے بڑے الفاظ لکھنا چاہتی تھی۔

اساتذہ اور والدین کے لیے ہدایات

عابدہ پروین کی کہانی دیہی سندھ سے تعلق رکھنے والی ایک سادہ دیہاتی لڑکی کی کایا پلٹنے کے متعلق ہے جو پاکستان میں صوفی ثقافت کی علامت میں تبدیل ہوگئی۔اس کہانی میں صوفی موسیقی کو مردانہ نسب قرار دینے کے دقیانوسی پاکستانی تصور پر سوال اٹھائے گئے ہیں۔عابدہ کی زندگی کی کہانی بیان کرنے کے ساتھ صوفی ثقافت کی اہمیت پر زور دینے کا چیلنج امرود کے درخت، کمل اور سورج کی منظرکشی کو روحانیت کی علامت کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔اساتذہ/ والدین صوفی ثقافت کی اہمیت پر تبادلہ خیال کرکے بچوں کو کہانی کو بہتر طور پر سمجھانے کے اہل ہوں گے۔